

## اور آنا گھر میں مرغیوں کا (مشتاق احمد یوسفی)

14

### مشکل الفاظ و تراکیب کی تفہیم

الفاظ	مفہوم
راسخ عقیدہ	پختہ عقیدہ، پکا یقین
ایثار	قربانی
پھوہڑ	جسے کوئی تمیز نہ ہو، بے سلیقہ
مفقود ہونا	بالکل نہ ہونا
نیم برشت	آدھا تلا ہوا، پوری طرح نہ تلا ہوا، (Half Fried)
رد و قدح	بحث مباحثہ، تکرار
ماحصل	خلاصہ، لب لباب
مرغ بانی	مرغیاں پالنا
قنوطی	زندگی کا تاریک پہلو دیکھنے والا، مایوس، ہر طرح سے ناامید
قنوطیت	زندگی کا تاریک پہلو ہی دیکھنا، مایوسی، ناامیدی
ناحق	بلا وجہ
سادہ لوحی	سادگی
آسن	گھوڑے پر بیٹھنے کا طریقہ
مہاوت	فیل بان
داشت	دیکھ بھال، نگرانی
جلی	فطری
سحر خیزی	صبح سویرے نیند سے جاگ جانا
درشتی سے	سختی سے، سخت لہجے میں
ورود و نزول	وارد ہونا، پہنچنا، آمد

## یونیک نوٹس

ناتقابل تردید	جسے رد نہ کیا جاسکے
ازراہ تطف	مہربانی کر کے
آلام دنیوی	دنیا کے دکھ، دنیا کی تکالیف

(بورڈ 2007-09-10-12,16,17,18)

خلاصہ:

مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے ممتاز مزاح نگار تھے۔ سبق ”اور آنا گھر میں مرغیوں کا“ ان کا ایک مزاحیہ مضمون ہے جس میں مرغیوں کے حوالے سے مزاح نگاری کی گئی ہے۔

میں اپنے گھر میں مرغیاں نہیں رکھنا چاہتا کیوں کہ میرا پختہ ایمان ہے کہ ان کا صحیح مقام پیٹ اور پلیٹ ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں کوئی مرغی اپنی فطری عمر پوری نہیں کر پاتی۔ مرزا صاحب کہنے لگے کہ انسان کو فقط روٹی ہی نہیں بلکہ مرغ کھانے کی بھی خواہش ہوتی ہے اور پھر مرغیوں کے انڈے بھی بہت کام آتے ہیں۔ تازہ خود کھائیے، خراب ہو جائیں تو ہوٹل والوں کو سیاسی جلسوں کے لیے دگنے داموں بیچنے ان کی نسل بھی بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ آپ دس مرغیوں سے مرغیانی کا آغاز کیجیے۔ چند ہی برسوں میں ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جائے گی اور ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کنکر، پتھر، کیڑے مکوڑے چگ کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر مرغیاں پالنا اس قدر نفع بخش اور آسان کام ہے تو آپ اپنی مرغیاں مجھے کیوں دینا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے کہ میرا مکان بہت چھوٹا ہے۔ آدھے میں ہم رہتے ہیں اور آدھے میں مرغیاں رہتی ہیں۔ اب میرے کچھ رشتہ دار میرے پاس چھٹیاں گزارنے آرہے ہیں اس لیے آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ لہذا اگلے ہی دن ان کے گھر میں مہمان اور ہمارے گھر میں مرغیاں آگئیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ جس طرح گھوڑا، ہاتھی اور کتا اپنے مالک کو پہچانتے ہیں اسی طرح شاید مرغیاں بھی پہچانتی ہوں گی لیکن اس مخلوق کو جتنا لاڈ سے پالیں یہ کبھی آپ سے مانوس نہیں ہوں گی۔

پڑھے لکھے بالعموم اور اردو شعر و ادب بالخصوص اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ مرغ صرف صبح اذان دیتے ہیں اور اگر مرغ اذان نہ دے تو پونہیں پھٹتی، مگر میرے اٹھارہ مہینے کے تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغ صرف اس وقت اذان دیتا ہے جب اللہ کے گناہ گار بندے سو رہے ہوتے ہیں۔ مرغ کی آواز اس کی جسامت سے سو گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر گھوڑے کی آواز بھی اسی تناسب سے بنائی گئی ہوتی تو تاریخی جنگوں میں توپ چلانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ایک دن تیز بارش میں بھیگا ہوا گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تین مرغ میرے پلنگ پر موجود ہیں اور ساری چادر پر ان کے بچوں کے نشان لگے ہوئے ہیں۔ میں نے بیگم سے غصے میں کہا کہ بس اب اس گھر میں یا یہ رہیں گے یا میں۔ وہ بیچاری پریشان ہو کر بولیں کہ برستی بارش میں آپ کہاں جائیں گے؟

مرغیوں کو آپ خواہ کتنی ہی عمدہ خوراک کھلائیں مگر انھیں کیڑے مکوڑے، جھینگر، بھنگے، چیونٹے اور کینچوے کھانے سے باز نہیں رکھ سکتے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اثرات انڈے پر لازمی ہوتے ہوں گے۔ شاید اسی لیے بعض نفاست پسند والیان ریاست یہ اہتمام کرتے تھے کہ جن بھینسوں کا دودھ ان کے دسترخوان پر آئے انھیں پستے اور بادام کھلائے جائیں تاکہ دودھ کا ذائقہ اور مہک بدل جائے۔

ایک اور غلط فہمی عام ہے کہ مرغیاں دڑیے اور ٹاپے میں رہتی ہیں مگر میرا تجربہ یہ ہے کہ وہ دڑبے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ کیوں کہ ہم نے کئی بار غسل خانے سے انڈے، کتابوں کی الماری میں سے چوزے اور لحاف سے کرکڑ مرغی نکلتے دیکھی ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں مرغیوں نے میرے گھر کو پولٹری فارم بنا کر رکھ دیا ہے اور وہ لوگ جو دنیا کے غم اور دکھوں سے پریشان ہیں انھیں میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مرغیاں پال لیں۔ پھر انھیں ایسے ایسے مسائل کا سامنا ہوگا کہ انھیں اپنی گزشتہ زندگی جنت کا نمونہ معلوم ہوگی۔ (چراغ تلے)



## پیرا گراف کی تشریح

اقتباس: ”مہینوں ان کی نگہداشت اور سنبھال کیجیے۔ برسوں ہتھیلیوں پر چگائیے۔ لیکن کیا مجال کہ آپ سے ذرا بھی مانوس ہو جائیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میں یہ امید لگائے بیٹھا ہوں کہ میرے دہلیز پر قدم رکھتے ہی مرغ سرکس کے طوطے کی مانند توپ چلا کر سلامی دیں گے یا جوزے میرے پاؤں میں وفادار کتے کی طرح لوٹیں گے، اور مرغیاں اپنے اپنے انڈے ”سپر دم بتو مایہ خویش را“ کہتی ہوئی مجھے سونپ کر اُلٹے قدموں واپس چلی جائیں گی۔ تاہم پالتو جانور سے خواہ وہ شرعاً حلال ہی کیوں نہ ہو، یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ ہر چمکتی ہوئی چیز کو چھری سمجھ کر بدکنے لگے اور مہینوں کی پرورش و پرداخت کے باوجود محض اپنے جبلی تعصب کی بنا پر ہر مسلمان کو اپنے خون کا پیا سا تصور کرے۔“

حوالہ متن:-

سبق کا عنوان: اور آنا گھر میں مرغیوں کا۔

مصنف کا نام: مشتاق احمد یوسفی

سیاق و سباق:

میں مرغیوں کو گھر میں رکھنے کے حق میں نہیں۔ میرے خیال میں مرغیوں کا اصل مقام پیٹ یا پلیٹ ہے۔ میرے ایک دوست نے جب مجبوری کی بنا پر میرے گھر مرغیاں بھیج دیں تو میرا خیال تھا کہ دوسرے جانوروں کی طرح مرغیاں بھی اپنے مالک سے مانوس ہو جاتی ہیں مگر مرغیوں کے گھر آنے سے یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ مرغ جب تک اذان نہ دے پونہیں پھٹتی، میرا خیال یہ ہے کہ مرغ اس وقت اذان دیتا ہے جب آپ سو رہے ہوں۔ ان کو جتنی بھی اچھی سے اچھی غذا دیں یہ پھر بھی کیڑے مکوڑے اور غلیظ چیزیں کھانے سے باز نہیں آئیں گے۔ گھر میں ان کے لیے دودڑے مخصوص ہیں لیکن یہ دڑبوں کی بجائے گھر کی ہر جگہ نظر آئیں گی یا ان کے اثرات نظر آئیں گے۔ مرغیوں کے آنے سے گھر پولٹری فارم معلوم ہوتا ہے۔ پریشان لوگ اگر مرغیاں پال لیں تو ایسی مصیبتیں دیکھیں گے کہ سابقہ زندگی جنت معلوم ہوگی۔

تشریح: مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے ممتاز مزاح نگار تھے۔ سبق ”اور آنا گھر میں مرغیوں کا“ ان کا ایک مزاحیہ مضمون ہے جس میں مرغیوں کے حوالے سے مزاح نگاری کی گئی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف نے لطیف پیرائے میں مرغیوں کی فطرت کا تذکرہ کیا ہے۔ انسان اثبات ذات چاہتا ہے۔ اپنے ہونے کا احساس انسان کی انا کی تسکین کرتا ہے۔ انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے ہونے کا احساس کریں۔ اگر کسی انسان کو اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے وقعت اور اہمیت حاصل نہیں ہوتی تو بعض اوقات وہ اس محرومی کی تلافی جانور پال کر کرتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی کا موقف ہے کہ انسان محبت کا بھوکا ہے اور اسی لیے جانور پالتا ہے۔ نظام قدرت ہے کہ انسان ہی انسان ہے مانوس نہیں ہوتا، بلکہ جانور بھی انسان سے پیار کرنے لگتے ہیں۔ پالتو جانور اپنے مالک سے اس قدر پیار کرتا ہے کہ وہی جانور دوسروں کے لیے کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو وہ اپنے مالک کو کچھ نہیں کہتا۔ گھوڑا، ہاتھی، کتا، بندر، سانپ تمام جانوروں کو اپنے مالک سے اُنس ہوتا ہے۔ مصنف کا جب مرغیوں سے پلا پڑا تو وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ تمام مخلوقات وفادار ہیں اور وہ اپنی وفاداری کا وقتاً فوقتاً ثبوت پیش کرتی ہیں لیکن مرغیاں ایسی واحد مخلوق الہی ہیں جو کبھی اپنے مالک سے وفاداری نہیں کرتیں۔ ان کی جتنی بھی دیکھ بھال کیجیے، سنبھال کر رکھیے، اپنے ہاتھوں سے ان کو قیمتی چیزیں کھلائیے، یہ مالک سے مانوس نہیں ہوتیں۔ دوسرے جانوروں سے آپ کوئی بھی اچھی امید لگا سکتے ہیں، مثلاً گھوڑا آپ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لاسکتا ہے، کتارات کو گھر کی رکھوالی کر سکتا ہے، بندر عجیب و غریب کرتب دکھا سکتا ہے مگر مرغیوں کا آپ کی زندگی میں کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ میں مرغیوں سے یہ امید نہیں لگا کر بیٹھا کہ جب میں گھر آؤں تو دوسرے جانوروں کی طرح مرغیاں بھی میرا استقبال کریں، سرکس کے طوطے کی مانند توپ چلا کر



دکھائیں یا وفادار کتوں کی طرح میری قدم بوسی کریں۔ میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھے روزانہ وہ یہی کہیں کہ میں اپنے انڈے جو میرے لیے قیمتی سرمایہ ہے، تمہارے سپرد کرتی ہوں اور نہایت ادب و احترام سے واپس چلی جائیں جیسے کوئی غلام دربار میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کر کے احتراماً واپس چلا جاتا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ پالتو جانور چھری یا چمکتی ہوئی چیز کو دیکھ کر بدکنے لگتے ہیں لیکن مرغیوں سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی بھی چمک دار چیز کو چھری سمجھ لیں اور اس سے خوف زدہ ہو کر اپنی جان بچانے کی خاطر ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ رائج ضرب المثل یہ ہے ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی اور عام طور پر یہ ضرب المثل اس وقت بولی جاتی ہے جب دیکھنے والے کسی کم تر چیز کو برتر چیز سمجھ لیں۔ مشتاق احمد یوسفی اس ضرب المثل کو مرغیوں کی نسبت سے تبدیل کرتے ہیں اور اس تخلیقی تبدیلی کے بعد جملہ یوں تشکیل پاتا ہے کہ مرغیاں ہر چمکتی ہوئی چیز کو چھری سمجھ کر بدکنے لگتی ہیں اور اس شخص سے جس نے مہینوں اس کی پرورش اور دیکھ بھال کی ہے، وقت پر دانہ دنگا دیا ہے اس کو محض اس وجہ سے اپنا دشمن سمجھ بیٹھیں کہ یہ مسلمان ہونے کے سبب کسی بھی وقت انھیں ذبح کر کے کھا جائے گا۔ ساتھ ہی مشتاق احمد یوسفی تعصب کا تذکرہ بھی کرتے ہیں کہ تعصب کی بھی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہوتی۔ چیزوں کو محض ظاہر اُدیکھ کر لوگ تعصب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ غور و فکر سے کام لیں۔ حقیقت تک ان کی رسائی ہو تو شاید معاشرے سے تعصبات ختم ہو جائیں۔ جس طرح مرغیاں تعصب کی بنا پر کسی شخص کے پاس کوئی چمکتی ہوئی چیز دیکھ کر بدک جاتی ہیں اور تعصب کا مظاہرہ کرتی ہیں اس طرح روزمرہ زندگی میں ہمیں تعصبات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔

مشتاق احمد یوسفی نے نہایت شگفتہ اور دل چسپ انداز میں مرغیوں کو موضوع بنا کر گہرے مشاہدے اور تجزیے کے بعد اس کی عادات و خصائل کے ان پہلوؤں کو حیرت انگیز طور پر اجاگر کیا ہے جو ہر انسان کی نظر سے گزرتے ہیں مگر وہ اس کے تجربے اور علم کا حصہ نہیں بنتے۔

**اقتباس:** ”ایک اور سنگین غلط فہمی جس میں خواص و عوام مبتلا ہیں اور جس کا ازالہ میں رفاہ عام کے لیے نہایت ضروری خیال کرتا ہوں، یہ ہے کہ مرغیاں ڈبے اور ٹاپے میں رہتی ہیں۔ میرے ڈیڑھ سال کے مختصر مگر بھرپور تجربے کا نچوڑ یہ ہے کہ مرغیاں ڈبے کے سوا ہر جگہ نظر آتی ہیں اور جہاں نظر نہ آئیں وہاں اپنے ورود و نزول کا ناقابل تردید ثبوت چھوڑ جاتی ہیں۔ ان آنکھوں نے بارہا غسل خانے سے انڈے اور کتابوں کی الماری سے جیتے جاگتے چوزے نکلتے دیکھے۔ لحاف سے کڑک مرغی اور ڈبے سے شیو کی پیالی برآمد ہونا روزمرہ کا معمول ہو گیا اور یوں بھی ہوا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسپور اٹھایا۔ مگر میرے ”ہیلو“ کہنے سے پیشتر ہی مرغی نے میرے ٹانگوں کے درمیان کھڑے ہو کر اذان دی اور جن صاحب نے ازراہ تلافی مجھے یاد فرمایا تھا انھوں نے ”سوری! رانگ نمبر!“ کہہ کر جھٹ فون بند کر دیا۔“

(بورڈ 2008-2011)

حوالہ متن:-

سبق کا عنوان: اور آنا گھر میں مرغیوں کا

مصنف کا نام: مشتاق احمد یوسفی

سیاق و سباق:

اس اقتباس کے لیے اوپر دیا گیا سیاق و سباق موزوں ہے۔

**تشریح:** مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے ممتاز مزاح نگار تھے۔ سبق ”اور آنا گھر میں مرغیوں کا“ ان کا ایک مزاحیہ مضمون ہے جس میں مرغیوں کے حوالے سے مزاح نگاری کی گئی ہے۔

زیر تشریح نثر پارے میں مصنف نے لطیف پیرائے میں مرغیوں کی عادات کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسا شخص جو نظم و ضبط کا پابند ہو وہ ہر کسی سے نظم و ضبط کی پابندی کی توقع رکھتا ہے لیکن عملی طور پر ایسا ہونا شاید ممکن نہیں اور پھر حیوانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ قواعد و ضوابط کی پابندی کریں



گے، خام خیالی ہے۔ اس کے باوجود لوگ سمجھتے ہیں کہ پالتو جانور گھر میں مخصوص یا مقررہ جگہوں پر موجود رہیں۔ مشتاق احمد یوسفی اپنے گھر میں مرغیوں کو رکھنے کے بالکل حق میں نہیں لیکن جب ایک دوست کی طرف سے مرغیاں ملیں تو انھیں گھر میں رکھنے کے بعد مصنف کے جو تجربات ہوئے وہ ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔ اپنے گھر میں مرغیوں کے آنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک مزید خطرناک غلطی ایسی ہے جس میں عوام بھی مبتلا ہیں اور خواص بھی۔ میں نے سوچا کہ عوام کو اس غلطی سے چھٹکارا دلادوں، تمام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مرغیاں گھر میں ان کے لیے بنائے گئے ڈبے یا ڈبے میں رہتی ہیں، مرغیوں کو جو سکون ڈبے میں آتا ہے وہ اور کہیں نہیں آتا، حالاں کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے بلکہ گھر کا کوئی ایسا کونا نہیں جہاں مرغیاں نہ رہتی ہوں۔ تقریباً ڈیڑھ سال مرغیاں گھر میں رکھنے سے اس نے کئی تلخ تجربات کیے۔ آخر میں وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ گھر میں مرغیاں ہر جگہ ہر وقت موجود رہتی ہیں اگر کسی کو نے یا بستر پر موجود نہ ہوں تو یہ اپنے ایسے ایسے نشانات چھوڑ جاتی ہیں جو دھوئے نہیں دھلتے اور مٹائے نہیں مٹتے۔ گویا ان کی پیٹ کے نشانات پکار پکار کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ابھی ابھی یہاں مرغیوں کی آمد ہوئی ہے۔ گھر میں گندگی پھیلانے کے علاوہ چیزوں کو ادھر ادھر کر دینا بھی ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ غسل خانے میں انڈے دینا اور کتابوں کی الماری میں زندہ چوزے ان کے قدم رنج فرمانے کا ثبوت ہیں۔ صبح کے وقت شیو کا سامان غائب ہوتا ہے وہ سامان مخصوص الماری کی بجائے مرغیوں کے ڈبے سے برآمد ہوتا ہے۔ گویا شیو کے سامان کی جگہ پر انڈے اور انڈوں کی جگہ پر شیو کا سامان رکھ چھوڑنا ان کا روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مرغیاں شیو بنانے کے لیے استعمال ہونے والا کٹورا اٹھا کر اپنے ڈبے میں نہیں لے جاسکتیں۔ یہ کارروائی اس فرد کی ہو سکتی ہے جو مرغیوں کی دیکھ بھال کرتا ہو کہ مرغیوں کو پانی پلانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ملی تو شیو بنانے کے لیے استعمال ہونے والا کٹورا لے کر ڈبے میں پانی سے بھر کر رکھ دیا۔ گویا مرغیاں تو کسی قاعدے قانون کو نہیں جانتیں۔ گھر میں مرغیاں موجود ہوں تو گھر کے افراد بھی بے اعتدالی کا شکار ہو جاتے ہیں اور چیزوں کو اپنے مقام پر نہیں رہنے دیتے۔

مرغیاں بعض اوقات انسان کے ذاتی معاملات میں بھی مداخلت کرتی ہیں جس کا انسان کو بہت بڑا نقصان بھی ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے مصنف اپنا ایک اور تجربہ پیش کرتا ہے کہ پچھلے دنوں میرے کسی قریبی دوست کا فون آیا، میں نے فوراً لپک کر ریسپورڈ اٹھایا تو میرے ہیلو کہنے سے پہلے ہی میری ٹانگوں میں کھڑے مرغ نے اذان دینا شروع کر دی۔ جس صاحب نے فون کیا تھا، میری بات کرنے سے پہلے ہی انھوں نے ”سوری رانگ نمبر“ کہہ کر فون فوراً بند کر دیا۔ اس کے بعد اسے جو غصہ مرغیوں پر آیا وہ بیان نہیں کر سکتا۔ کسی واقعہ کو اس طرح پیش کرنا کہ سننے یا پڑھنے والا مسکرا اٹھے ظرافت کہلاتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے ظرافت کے ذریعے اس مضمون میں نہایت شگفتہ اور دل چسپ انداز میں ایک عام جانور یعنی مرغی کو موضوع بنا کر گہرے مشاہدے اور تجزیے کے بعد اس کی عادات و خصائل کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جو عام انسان کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ مصنف کے دوست کی عطا کردہ مرغیوں کو گھر میں رکھ کر جو مصنف پر گزری، اس کا بیان اس مضمون کو اور بھی دل چسپ مزاحیہ اور پُرکشش بنا دیتا ہے۔

## کثیر الانتخابی سوالات

(بورڈ 17-2016ء)

1- مصنف کے خیال میں مرغی کا صحیح مقام ہے:

(A) کھیت (B) درّہ (C) پلیٹ (D) پولٹری فارم

2- میزبان کے اخلاص و ایثار کا اندازہ ہوتا ہے:

(A) غصے سے (B) طویل قیام سے (C) مرغیوں کی تعداد سے (D) گفتگو سے



- 3- مرغ کی آواز اور جسامت میں تناسب ہے:  
 (A) ایک اور دو کا (B) ایک اور چالیس کا (C) ایک اور پچاس کا (D) ایک اور سو کا
- 4- گندے انڈوں کا موزوں محل استعمال ہے:  
 (A) جلسہ (B) ٹوکری (C) کرکٹ میچ (D) پھینکنے کے لیے
- 5- انسان کو خواہش ہوتی ہے:  
 (A) دال روٹی کی (B) مرغ مسلم کی (C) پلاؤ کی (D) میٹھائی کی
- 6- ایک اعلیٰ نسل کی مرغی سال میں انڈے دیتی ہے:  
 (A) ڈیڑھ سو (B) دو سو سے اڑھائی سو (C) تین سو (D) پونے تین سو
- 7- مصنف کے خیال میں دوسرے سال مرغیاں انڈے دیں گی:  
 (A) دو لاکھ پچیس ہزار (B) سو لاکھ (C) تین لاکھ (D) پانچ لاکھ
- 8- مصنف کے دوست مصنف کو مرغیاں دینا چاہتے تھے:  
 (A) ان کے پاس مرغیاں زیادہ ہوتی تھیں (B) مہمانوں کی وجہ سے  
 (C) دوستی کی خاطر (D) ترس کھا کر
- 9- تعلیم یافتہ اصحاب اور شاعر خوش فہمی میں مبتلا ہیں:  
 (A) کہ مرغ صرف صبح اذان دیتا ہے (B) شام کو اذان دیتا ہے  
 (C) جب جی چاہے اذان دیتا ہے (D) سہ پہر کے وقت اذان دیتا ہے
- 10- مصنف نے اپنی عادات و خصائل کا بغور مطالعہ کیا:  
 (A) ایک سال (B) اٹھارہ مہینے (C) چھ مہینے (D) دو سال
- 11- کفایت شعار لوگ الارم والی ٹائم پیس کے بجائے خریدتے ہیں:  
 (A) مرغ (B) موبائل فون (C) وال کلاک (D) کبوتر
- 12- سبق ”اور آنا گھر میں مرغیوں کا“ لیا گیا ہے:  
 (A) چراغ تلے (B) خاکم بدہن (C) زرگزشت (D) آب گم
- 13- مشتاق احمد یوسفی پیدا ہوئے:  
 (A) 1923ء میں (B) 1932ء میں (C) 1935ء میں (D) 1937ء میں
- 14- دنیاوی دکھوں میں مبتلا لوگوں کو مشتاق احمد یوسفی نے مشورہ دیا ہے:  
 (A) کبوتر پالنے کا (B) مرغیاں پالنے کا (C) بالیاں پالنے کا (D) نماز پڑھنے کا
- 15- حاتم طائی کے ساتھ ذکر آیا ہے:  
 (A) حسنا پری کا (B) سبز پری کا (C) جل پری کا (D) حسن بانو کا
- 16- موپساں کے افسانے کے ہیرو نے کس چیز کی بوسونگھ کر مرغی کی غذا بنانے کا دعویٰ کیا:  
 (A) گوشت کی (B) انڈے کی (C) زردی کی بو (D) سفیدی کی بو

- 17- ”اور آنا گھر میں مرغیوں کا“ کے مصنف ہیں:  
 (A) ابن انشا (B) مشتاق احمد یوسفی (C) کرنل محمد خان (D) غلام عباس
- 18- ”اس گھر میں اب یا تو یہ رہیں گے یا میں“ مصنف نے یہ جملہ کہا:  
 (A) دوست سے (B) بیوی سے (C) ہمسائے سے (D) نوکر سے
- 19- گھوڑا اپنے سوار کو پہچانتا ہے:  
 (A) اس کے آسن سے (B) دوڑانے سے (C) ایڑ لگانے سے (D) چابک دکھانے سے
- 20- مرغی کے رزق کے بارے میں مصنف کہتا ہے:  
 (A) خود تلاش کرتی ہے (B) فراہم کرنا پڑتا ہے (C) چھین لیتی ہے (D) بیٹھی رہتی ہے
- 21- ہاتھی اپنے مہاوت کا پہچانتا ہے:  
 (A) چابک (B) آسن (C) آنکس (D) بیٹھنے کا طریقہ
- 22- یوسفی صاحب کی شیو کی پیالی برآمد ہوئی:  
 (A) دڑبے سے (B) الماری سے (C) لحاف سے (D) غسل خانے سے (بوڑ 2014)
- 23- یوسفی صاحب فوت ہوئے:  
 (A) 2016ء (B) 2018ء (C) 2020ء (D) 2019ء

### جوابات

D	-3	C	-2	C	-1
B	-6	B	-5	A	-4
A	-9	B	-8	A	-7
A	-12	A	-11	B	-10
A	-15	B	-14	A	-13
B	-18	B	-17	C	-16
C	-21	A	-20	A	-19
		C	-23	A	-22

☆☆☆☆☆